 <p>The Study of Religion and History</p>	<p>THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY</p> <p>Vol.3, No.1, 2025</p>	<p>ISSN P: <u>3006-3329</u> ISSN E: <u>3006-3337</u></p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------

خوارج کا فکری و عملی انحراف اور ائمہ اربعہ کے فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

Intellectual and Practical Deviation of the Khawarij and an Analytical Study of the Fatwas of the Four Imams

Asgar Ali

Lecturer Islamic Studies (A-O level), Cornerstone School & College, Canal Garden, Pakistan.

Email: aliasgharn768@gmail.com

Hafiz Muhammad Ahmad

Lecturer, Department of Islamic Studies & Arabic, The University of Lahore, Pakistan.

PhD Scholar, Superior University, Pakistan.

Email: hafizahmadmayo357@gmail.com

Hafiz Mubasher Ali

Visiting Lecturer, University of Management and Technology (UMT), Lahore, Pakistan.

Email: mubsher286486@gmail.com

Abstract

This research article provides a critical and analytical examination of the Khawarij, a historically significant sect in Islam, with a particular focus on their intellectual and practical deviations. The Khawarij emerged during the era of Caliph Ali ibn Abi Talib (RA), especially after the Battle of Siffin and the subsequent arbitration (Tahkim) crisis. Their slogan, "La Hukma Illa Lillah" (Judgment is only Allah's), initially a righteous declaration, was misinterpreted to justify rebellion against legitimate Muslim authority. The most serious deviation of the Khawarij is their doctrine of Takfir (excommunication), whereby they declared any Muslim who commits a major sin as an apostate. This stands in stark contrast to the consensus (Ijma) of Ahl al-Sunnah wa al-Jama'ah, who consider such persons as sinful (fasiq) but not outside the fold of Islam. On this basis, the Khawarij not only declared ordinary Muslims as unbelievers but also justified armed rebellion (Khuruj) against rulers, including the rightly guided Caliphs. Their extremist mindset led to the assassination of Caliph Ali (RA), marking the peak of their militant deviation. This study comprehensively analyzes the legal and theological responses of the four great Imams of Sunni jurisprudence — Imam Abu Hanifah, Imam Malik, Imam Shafi'i, and Imam Ahmad ibn Hanbal — regarding the Khawarij. The research concludes that all four Imams unanimously condemned the Kharijite ideology of Takfir and armed rebellion, considering them as rebels (Bughat) and misguided extremists, not heretics in the absolute sense requiring excommunication, but as a deviant group that must be countered with justice and Islamic legal parameters.

Key Words: Khawarij, Takfir, Four Imams, Rebellion, Deviation, Islamic jurisprudence, Bughat

تعارف

خوارج اسلامی تاریخ کا وہ گروہ ہے جس نے اپنے مخصوص فکری و عملی رویوں کی بنا پر امت مسلمہ میں ایک مستقل فکری بحران کو جنم دیا۔ ان کا ظہور عہدِ خلافت راشدہ میں ہوا اور ابتدا ہی سے انہوں نے دین کی تعبیر میں شدت، ظاہریت اور سخت گیری کو اختیار کیا۔ خوارج کا لفظ "خروج"

سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں نکل جانا یا بغاوت کرنا۔ اصطلاح میں خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کریں اور اپنے مخصوص نظریات کی بنیاد پر دیگر مسلمانوں کو گمراہ یا کافر قرار دیں۔

خوارج کی ابتدا کا تعلق جنگ صفین سے جڑا ہوا ہے۔ جب حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان اس جنگ کا مرحلہ آیا اور بعد ازاں حکیم (ثالثی) کا فیصلہ کیا گیا تو حضرت علیؑ کے لشکر میں سے ایک گروہ نے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا نعرہ تھا "لا حکم الا للہ" یعنی حکم صرف اللہ کا ہے۔ ابتدا میں یہ نعرہ حق پر مبنی تھا، لیکن اس کا استعمال ایک غلط مفہوم میں کیا گیا۔ چنانچہ یہ گروہ حضرت علیؑ سے الگ ہو گیا اور بعد میں "خوارج" کے نام سے معروف ہوا۔

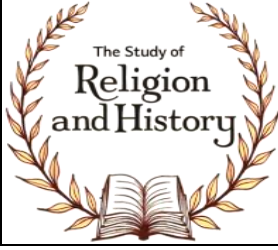
خوارج کی بنیادی فکری بنیادوں میں سب سے نمایاں چیز تکفیر کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ جو شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی موقف کے خلاف ہے، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک گناہ کبیرہ کا ارتکاب انسان کو کافر نہیں بناتا بلکہ وہ فاسق شمار ہوتا ہے۔ خوارج نے اسی نظریے کی بنیاد پر نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ جلیل القدر صحابہ کرام تک کی تکفیر کی، جو کہ ایک انتہائی سنگین انحراف تھا۔

خوارج کی ایک اور نمایاں خصوصیت ان کا شدت پسندانہ طرزِ فکر ہے۔ وہ دین کے ظاہری پہلوؤں پر بہت زیادہ زور دیتے تھے، مگر اس کے مقاصد اور روح کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ ان کے ہاں عبادت کا ظاہری اہتمام بہت زیادہ تھا، جیسے نماز، روزہ اور تلاوتِ قرآن، لیکن ان کے فہم میں اعتدال اور وسعت کی کمی تھی۔ اسی وجہ سے وہ اپنے علاوہ دیگر مسلمانوں کو حق پر نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے اس طرزِ فکر نے امت میں تفرقہ اور انتشار کو فروغ دیا۔

خوارج نے صرف فکری سطح پر ہی نہیں بلکہ عملی میدان میں بھی سخت رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے نزدیک جو حکمران ان کے نظریات سے اختلاف کرے وہ ظالم اور کافر ہے، لہذا اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔ اسی سوچ کے تحت انہوں نے متعدد خونریز کارروائیاں کیں اور اسلامی ریاست کے امن و استحکام کو نقصان پہنچایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب کو بھی شہید کر دیا، جو ان کے فکری انحراف کی انتہائی شکل تھی۔

خوارج کے مختلف فرقے بھی وجود میں آئے، جن میں ازرقہ، نجدات، صفریہ اور اباضیہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر فرقہ اپنے نظریات میں کچھ نہ کچھ شدت یا نرمی رکھتا تھا، مگر بنیادی اصول سب میں مشترک تھے، خصوصاً تکفیر اور خروج کا نظریہ۔ ازرقہ سب سے زیادہ شدت پسند تھے، جو اپنے مخالفین کے قتل کو جائز سمجھتے تھے، جبکہ اباضیہ نسبتاً معتدل تھے اور آج بھی بعض علاقوں میں موجود ہیں۔

علماء نے خوارج کے افکار کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور ان کے رد میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ خوارج کے بارے میں احادیثِ نبویہ میں بھی تنبیہ کی گئی ہے، جن میں انہیں دین سے خروج کرنے والا گروہ قرار دیا گیا ہے۔ تاہم ان احادیث کی تشریح میں علماء نے احتیاط سے کام لیا اور خوارج کو مطلق کافر قرار دینے کے بجائے گمراہ اور باغی قرار دیا۔



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.1, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)

ISSN E: [3006-3337](#)

خوارج کے فکری انحراف کی ایک بڑی وجہ نصوصِ شرعیہ کی غلط تعبیر تھی۔ انہوں نے قرآن و حدیث کو اپنے محدود فہم کے مطابق سمجھا اور سیاق و سباق، مقاصدِ شریعت اور اجماعِ امت کو نظر انداز کیا۔ اس طرح انہوں نے ایک ایسا نظریہ تشکیل دیا جو بظاہر دینی لگتا تھا، مگر حقیقت میں اس کے نتائج انتہائی خطرناک تھے۔ ان کے اس طرزِ فکر نے بعد کے ادوار میں بھی مختلف شدت پسند گروہوں کو متاثر کیا۔

خوارج کا مطالعہ صرف تاریخی اہمیت کا حامل نہیں بلکہ عصرِ حاضر میں بھی اس کی بڑی معنویت ہے۔ آج بھی بعض گروہ اسی طرح کی سوچ رکھتے ہیں، جو دین کی سخت اور محدود تعبیر کرتے ہیں، دوسروں کی تکفیر کرتے ہیں اور تشدد کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے خوارج کے افکار کو سمجھنا اور ان کا علمی رد کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ امت کو فکری انتشار اور انتہا پسندی سے بچایا جاسکے۔

ائمہ اربعہ کا تعارف

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (مؤسس فقہ حنفی)

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی، کوفہ ہی میں آپ کی نشوونما ہوئی۔ ابتداءً آپ تجارت و صنعت میں مشغول ہوئے۔ جب امام شعبی نے آپ کے ماتھے پہ چمکتا اقبال دیکھا تو آپ کو تحصیلِ علم کا مشورہ دیا، چنانچہ آپ تحصیلِ علم کی راہ میں جت گئے۔¹ اکابر مشائخ و فقہاء سے علم حاصل کیا، جن میں عطاء بن ابی رباح، نافع مولیٰ ابن عمر، زید بن علی، محمد الباقر، عبد اللہ بن حسن، جعفر الصادق اور حماد بن ابی سلیمان کا تذکرہ بطور خاص کیا جاتا ہے۔ عراق کے شیخ العصر و امام الزمان حماد کی صحبت میں ۱۸ سال رہے۔ ۱۲۰ ہجری میں ان کی وفات کے بعد ان کے منصبِ تدریس و افتاء پر فائز ہوئے۔²

آپ کی زندگی کے ۵۲ سال دورِ اُموی اور ۱۸ سال دورِ عباسی میں گزرے۔³ عراق کے گورنر ابن ہبیرہ نے آپ کو منصبِ قضاء سپرد کرنا چاہا، لیکن آپ نے ورع و تقویٰ کی بنیاد پر انکار کر دیا۔ اس کے بعد منصور عباسی نے آپ کو بغداد میں عہدہٴ قضاء پر فائز کرنا چاہا، لیکن آپ نے حلفیہ انکار کر دیا، اس پر انہوں نے آپ کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزارا۔ بالآخر صعوبتیں جھیلنے جھیلنے ۱۵۰ھ کو بغداد میں دارِ فانی سے چل بسے۔⁴ آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ۵۰ ہزار یا اس سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے۔⁵

اندازِ گفتگو دل پذیر تھا، پختہ دلیل والے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں: ”میں نے ایک ایسے شخص (امام ابو حنیفہ) کو دیکھا ہے کہ اگر آپ ان سے اس ستون کے بارے میں بات کریں کہ وہ اس کو سونے کا ثابت کر دے تو وہ اس کو حجت سے ثابت کر دے گا۔“ امام شافعی کا فرمان ہے: ”فقہ میں لوگ... امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔“⁶

1 - محمد ابو زہرہ، أبو حنیفۃ: حیاتیہ وعصرہ وآراؤہ وفقہہ (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1997)، ص 21۔

2 - محمد ابو زہرہ، أبو حنیفۃ: حیاتیہ وعصرہ وآراؤہ وفقہہ (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1997)، ص 58، 68۔

3 - محمد ابو زہرہ، أبو حنیفۃ: حیاتیہ وعصرہ وآراؤہ وفقہہ (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1997)، ص 31۔

4 - خیر الدین زرکلی، الأعلام، جلد 8 (بیروت: دار العلم للملائین، 2002)، ص 36۔

5 - موفق المکی، مناقب الإمام الاعظم آبی حنیفۃ، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العربی، 1981)، ص 172۔

6 - خیر الدین زرکلی، الأعلام، جلد 8 (بیروت: دار العلم للملائین، 2002)، ص 36۔

زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بلند درجہ پہ فائز تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ”وہ علم، تقویٰ، زہد اور غلبہ آخرت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ جس تک کسی کی رسائی نہیں۔ اُن کو کوڑے مارے گئے کہ عہدہ قضاء کو قبول کر لیں، لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔“⁷ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے مرتب و محبوب انداز سے علم فقہ کی بنیاد رکھی۔⁸

حنفیہ کا فقہی منہج

حنفیہ کے فقہی استنباط اور اصولی منہج کی بنیاد سات اصولوں پر رکھی گئی ہے:

۱:- کتاب اللہ ۲:- سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۳:- اقوال صحابہؓ ۴:- اجماع

۵:- قیاس ۶:- استحسان ۷:- اور عرف

ان سات اصولوں کی طرف تین نصوص میں اشارہ ملتا ہے:

۱:- امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: ”میں پہلے کتاب اللہ کو لوں گا، کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت کو لوں گا، اگر نہ کتاب اللہ میں ملے اور نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں، تو میں قول صحابیؓ لوں گا۔ اقوال صحابہؓ میں مجھے اختیار ہے، جس کا قول چاہوں تو لوں اور جس کا چاہوں تو چھوڑ دوں، اور میں ان کے اقوال کو چھوڑ کر غیر کا قول نہیں لوں گا۔ جب معاملہ ابراہیم، شعی، ابن سیرین، حسن، عطاء اور سعید بن المسیب پر آپہنچے تو وہ ایک قوم تھی جس نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کروں گا جیسے کہ انہوں نے اجتہاد کیا۔“⁹

۲:- موفق مکیؒ نقل کرتے ہیں کہ: ”امام ابو حنیفہؒ کے کلام کا ضابطہ یہ تھا کہ ثقہ و مستند بات کو لیتے، ضعیف و کمزور بات سے دور رہتے۔ لوگوں کے معاملات میں غور و فکر کرتے۔ لوگوں کے معاملات کو مد نظر رکھتے، جن بنیادوں پر لوگوں کے کاموں کی اصلاح موقوف ہوتی ان کو ملحوظ نظر رکھتے۔ معاملات کو قیاس پر پرکھتے، اگر قیاس لوگوں کے معاملات کو درست قرار نہ دیتا تو استحسان پر ان کو جانچتے، اگر استحسان معاملات کو نمٹاتا تو فہما، اور اگر بات نہ بن پاتی تو تعامل الناس کی طرف رجوع کرتے۔ متفق علیہ و معروف حدیث کو بنیاد بناتے تھے۔ پھر جب تک اس پر قیاس درست ہوتا قیاس کرتے رہتے اور اگر قیاس درست نہ ہوتا تو استحسان کی طرف جاتے۔ استحسان اور قیاس میں جو بھی اصل کے موافق ہوتا اس کی طرف رجوع کر لیتے۔ سہل فرماتے ہیں کہ: آپ کا عمومی طریقہ کاری یہی تھا۔“

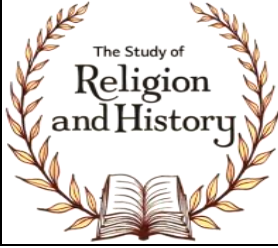
۳:- موفق مکیؒ کی کتاب میں ہے: ”امام ابو حنیفہؒ نسخ و منسوخ کے متعلق جستجو میں بہت محنت کرتے تھے۔ پھر جو حدیث آپ کے ہاں بروایت صحابہؓ ثابت ہوتی تو اس پر عمل کرتے تھے۔ اہل کوفہ کی احادیث کو خوب جاننے والے تھے۔“¹⁰

⁷ - ابن عابدین، محمد آئین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 1 (بیروت: دار الفکر، 2000)، 60

⁸ - موفق المکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العربی، 1981)، 136

⁹ - وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادنیہ، جلد 1 (دمشق: دار الفکر، 1985)، 31

¹⁰ - محمد ابوزہرہ، ابو حنیفہ: حیاتیہ و عصرہ و آراؤہ و فقہہ (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1997)، 207-208



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.1, 2025

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

امام ابو حنیفہؒ کا موقف خوارج کے بارے میں

تمہید اور خوارج کا فکری پس منظر

اسلامی تاریخ میں خوارج کا ظہور ایک ایسے دور میں ہوا جب امت مسلمہ سیاسی اور فکری انتشار کا شکار تھی۔ جنگ صفین کے بعد جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو ایک گروہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے "لا حکم الا للہ" کا نعرہ لگایا اور حضرت علی بن ابی طالب سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہی گروہ بعد میں خوارج کے نام سے معروف ہوا۔

خوارج کی فکری بنیادوں میں سب سے نمایاں چیز تکفیر ہے۔ انہوں نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔ اس نظریے نے نہ صرف امت میں فکری انتشار پیدا کیا بلکہ سیاسی بغاوت اور خونریزی کو بھی جنم دیا۔ اسی ماحول میں امام ابو حنیفہ نے خوارج کے نظریات کا علمی، فقہی اور کلامی سطح پر جائزہ لیا اور ایک ایسا معتدل موقف اختیار کیا جو اہل سنت کے اصولوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

ایمان، تکفیر اور خوارج کے نظریات پر امام ابو حنیفہؒ کا علمی موقف

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایمان کا بنیادی مفہوم "تصدیق بالقلب" ہے، یعنی دل سے یقین کرنا۔ اعمال ایمان کا لازمی جز نہیں بلکہ اس کے کمال کا حصہ ہیں۔ اسی اصول کی بنیاد پر انہوں نے خوارج کے اس نظریے کو رد کیا کہ کبیرہ گناہ انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مومن گناہ کے باوجود مومن ہی رہتا ہے، اگرچہ وہ فاسق ہو سکتا ہے، مگر اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ اس اصول کو انہوں نے اپنے کلامی رسائل میں واضح کیا، خصوصاً "الفقہ الاکبر" میں ایمان کی تعریف بیان کرتے ہوئے انہوں نے خوارج اور معتزلہ دونوں کے نظریات کا رد کیا۔¹¹

یہاں امام ابو حنیفہؒ کا ایک بنیادی اصول سامنے آتا ہے کہ تکفیر میں انتہائی احتیاط لازم ہے۔ ان کے نزدیک کسی مسلمان کو کافر قرار دینا ایک نہایت حساس معاملہ ہے، جس میں معمولی شبہ کی بنیاد پر بھی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی جب تک وہ کسی ایسے امر کا انکار نہ کرے جو دین میں قطعی طور پر ثابت ہو"۔¹²

خوارج کے نظریے کے برعکس، امام ابو حنیفہؒ نے یہ واضح کیا کہ گناہ اور کفر میں فرق ہے۔ اگر ہر گناہ کو کفر قرار دیا جائے تو پورا معاشرہ کفر کے دائرے میں آجائے گا، جو کہ شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اس لیے انہوں نے خوارج کے نظریے کو ایک فکری انحراف قرار دیا، نہ کہ قابل قبول اسلامی نظریہ۔¹³

¹¹ - امام ابو حنیفہ، الفقہ الاکبر، ترجمہ و شرح: ملا علی قاری (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001)

¹² - محمد ابو زہرہ، ابو حنیفہ: حیاتیہ و عصرہ و آراؤہ و فقہہ (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1997، ص ۲۳۰)

¹³ - عبد القاہر البغدادی، الفرق بین الفرق (بیروت: دار المعرفۃ، 1997)۔ ص ۱۰۸

خوارج کے ساتھ تعامل اور قتال کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا موقف

امام ابو حنیفہؒ کا موقف خوارج کے ساتھ تعامل کے حوالے سے نہایت متوازن ہے۔ ایک طرف وہ ان کے نظریات کو گمراہ کن قرار دیتے ہیں، اور دوسری طرف انہیں دائرہ اسلام سے خارج بھی نہیں کرتے۔

ان کے نزدیک خوارج اہل بدعت ہیں، مگر کافر نہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو دیگر مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جیسے نکاح، وراثت اور دیگر معاشرتی معاملات۔¹⁴

البتہ اگر خوارج مسلح بغاوت کریں اور اسلامی ریاست کے امن کو خطرے میں ڈالیں، تو ان کے خلاف قتال جائز ہے۔ اس سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ نے حضرت علی بن ابی طالب کے طرز عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا، جنہوں نے خوارج کے خلاف قتال کیا مگر انہیں کافر قرار نہیں دیا۔¹⁵ یہاں امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ:

عقیدے کی گمراہی # کفر

بغاوت کی صورت میں قتال # تکفیر

یہ امتیاز ان کے فقہی منہج کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔

فقہی و کلامی اصول اور امام ابو حنیفہؒ کے موقف کی معنویت

امام ابو حنیفہؒ کا موقف محض ایک جزوی رائے نہیں بلکہ ان کے پورے فقہی و کلامی نظام کا حصہ ہے۔ ان کے اصول میں اعتدال، احتیاط، اور امت کی وحدت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

انہوں نے قیاس، اجماع اور استحسان کے ذریعے مسائل کو حل کیا اور ہر مسئلے کو اس کے سیاق و سباق میں سمجھنے کی کوشش کی۔ خوارج کے مسئلے میں بھی انہوں نے یہی اصول اپنایا اور محض ظاہری نصوص کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے بجائے مجموعی شریعت کو سامنے رکھا۔¹⁶

امام ابو حنیفہؒ کے اس موقف کی اہمیت عصر حاضر میں اور بھی بڑھ جاتی ہے، کیونکہ آج بھی بعض گروہ خوارج کی طرح تکفیر اور شدت پسندی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں امام ابو حنیفہؒ کا معتدل اور اصولی موقف امت کے لیے ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

انہوں نے یہ واضح کیا کہ دین کو سمجھنے کے لیے صرف ظاہری نصوص کافی نہیں بلکہ اس کے لیے علمی بصیرت، فقہی اصول، اور امت کے اجماعی فہم کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا موقف آج بھی اہل سنت کے ہاں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا موقف خوارج کے بارے میں نہایت متوازن، علمی اور اصولی ہے۔ انہوں نے خوارج کے نظریات کو گمراہ کن قرار دیا مگر ان کی تکفیر سے اجتناب کیا۔ ان کے نزدیک کبیرہ گناہ انسان کو کافر نہیں بناتا، اور تکفیر ایک ایسا معاملہ ہے جس میں انتہائی احتیاط ضروری ہے۔

¹⁴ - احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی (ریاض: مجمع الملک فہد، 1995)۔ ص، 212

¹⁵ - محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک (بیروت: دار التراث، 1967)۔ ص، 236

¹⁶ - محمد بن ادریس الشافعی، الرسالۃ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2005) ص، 133

ان کا یہ موقف نہ صرف ابتدائی اسلامی دور کے فتنوں کے حل کے لیے مؤثر تھا بلکہ آج کے دور میں بھی انتہا پسندی اور تکفیر کے رجحانات کے مقابلے میں ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

امام مالکؒ (مؤسس فقہ مالکی)

امام مالکؒ کو ”امام دارالہجرہ“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت ۹۳ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ علمائے مدینہ سے علم حاصل کیا۔ عبدالرحمن بن ہر مزیگی صحبت میں بڑی مدت تک رہے۔ نافع مولیٰ ابن عمرؓ، ابن شہاب زہریؒ اور ربیعہ الرائیؒ سے بھی علم حاصل کیا۔ فقہ وحدیث کے امام تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ”امام مالکؒ میرے استاذ ہیں اور ان ہی سے میں نے علم حاصل کیا، جب علماء کا تذکرہ کیا جائے تو امام مالکؒ ایک روشن ستارہ ہیں۔“ آپ کی زندگی کا کم عرصہ دورِ اموی اور زیادہ عرصہ عصرِ عباسی میں گزرا۔ (۲۷) خلیفہ جعفر کو آپ سے کچھ رنجش تھی، جس کی بنا پر اس نے آپ کو کوڑے لگوائے، کوڑوں سے آپ کا کندھا اتر گیا۔ آپ دین میں بڑے پختہ تھے۔ خلیفہ رشید عباسی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ ان کے پاس آکر انہیں حدیث سنائیں۔ آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”العلم یوتی“ کہ ”علم کے پاس آیا جاتا ہے“ جب یہ پیغام رشید کے پاس پہنچا تو انہوں نے آپ کے ٹھکانہ کا قصد کیا اور آکر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر حدیث سننے کے لیے بیٹھ گئے۔ امام مالکؒ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یہ ہے کہ ان کے علم کی تعظیم کی جائے۔“ یہ سن کر خلیفہ رشید امام مالکؒ کے سامنے سیدھا بیٹھ گئے اور پھر امام مالکؒ نے ان کو حدیث سنائی۔ آپ کی تصانیف و رسائل میں ”الموطأ“، ”الوعظ“، ”المسائل“، ”الرد علی القدریہ“، ”النجوم“ اور ”تفسیر غرائب القرآن“ کا تذکرہ ملتا ہے۔¹⁷

مالکیہ کا فقہی منہج

امام مالکؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد بیس اصولوں پر رکھی ہے۔ ان میں سے پانچ کتاب اللہ اور پانچ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ کتاب اللہ کے پانچ اصول یہ ہیں: ۱: نص الکتاب، ۲: ظاہر الکتاب یعنی عموم کتاب، ۳: دلیل السنۃ یعنی مفہوم مخالف، ۴: مفہوم الکتاب یعنی مفہوم موافق، ۵: تنبیہ الکتاب یعنی کتاب اللہ کا علت پر تنبیہ کرنا، جیسے: قرآن کریم میں ہے: ”فَإِنَّهُ رَجَسٌ أَوْ فِسْقًا“ (الأنعام: ۱۴۵) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اصول یہ ہیں:

۱: نص السنۃ، ۲: ظاہر السنۃ، ۳: دلیل السنۃ یعنی مفہوم مخالف، ۴: مفہوم السنۃ یعنی مفہوم موافق، ۵: تنبیہ السنۃ۔ یہ ہو گئے کل دس اصول۔ باقی دس اصول مندرجہ ذیل ہیں: ۱: اجماع، ۲: قیاس، ۳: تعامل اہل مدینہ، ۴: قول صحابیؓ، ۵: استحسان، ۶: سد ذریعہ، ۷: مراعاة الخلاف، امام مالکؒ کبھی اختلاف کی رعایت کرتے ہیں۔ ۸: استصحاب حال، ۹: مصالح مرسلہ، ۱۰: شرائع من قبلنا۔ وہ اہم اصول کہ جن سے امام مالکؒ کی شہرت ہوئی، وہ یہ پانچ ہیں:

۱: عمل بالسنۃ، ۲: تعامل اہل مدینہ، ۳: مصالح مرسلہ، ۴: قول صحابیؓ، جب کہ سند صحیح ہو۔ ۵: استحسان۔¹⁸

¹⁷ - خیر الدین زرکلی، الأعلام، جلد 5 (بیروت: دار العلم للملايين، 2002)، 257.

¹⁸ - وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وأدنیہ، جلد 1 (دمشق: دار الفکر، 1985)، 31-32.

خوارج: امام مالکؒ کی نظر میں

ایمان، تکفیر اور خوارج کے نظریات پر امام مالکؒ کا موقف

امام مالکؒ کے نزدیک ایمان کا بنیادی تعلق دل کے یقین اور زبان کے اقرار سے ہے، جبکہ اعمال ایمان کا لازمی جز نہیں بلکہ اس کے کمال کا حصہ ہیں۔ اسی اصول کی بنیاد پر انہوں نے خوارج کے اس نظریے کو رد کیا کہ کبیرہ گناہ انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان فاسق تو ہو سکتا ہے، لیکن اسے کافر قرار دینا درست نہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک واضح حد فاصل ہے، اور ہر گناہ کو کفر کے درجے میں شامل کرنا نصوص شرعیہ کے منشا کے خلاف ہے۔¹⁹ امام مالکؒ نے تکفیر کے مسئلے میں نہایت احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ ان کے نزدیک کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے امر کا انکار کرے جو دین میں قطعی اور بدیہی ہو۔ محض گناہ یا اجتہادی خطا کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

خوارج کے نظریے کا رد کرتے ہوئے امام مالکؒ نے واضح کیا کہ اگر ہر گناہ کو کافر قرار دیا جائے تو معاشرے میں کوئی بھی شخص ایمان کی حالت میں باقی نہیں رہے گا، جو کہ شریعت کے عمومی مزاج کے خلاف ہے۔ اس لیے انہوں نے خوارج کے موقف کو ایک شدید فکری انحراف قرار دیا، مگر اس کے باوجود ان کی عمومی تکفیر سے اجتناب کیا۔²⁰

خوارج کے ساتھ تعامل، خروج اور قتال کے بارے میں امام مالکؒ کا موقف

امام مالکؒ کا موقف خوارج کے ساتھ تعامل کے حوالے سے نہایت متوازن اور عملی ہے۔ وہ خوارج کو اہل بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ اس بنیاد پر ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی معاملہ رکھا جاتا ہے، جیسے نکاح، وراثت اور دیگر سماجی تعلقات۔ تاہم اگر خوارج مسلح بغاوت کریں اور اسلامی ریاست کے امن کو نقصان پہنچائیں تو ان کے خلاف قتال جائز ہے۔ اس سلسلے میں امام مالکؒ نے حضرت علی بن ابی طالب کے عمل کو بنیاد بنایا، جنہوں نے خوارج کے خلاف جنگ کی، لیکن انہیں کافر نہیں کہا۔

امام مالکؒ کے نزدیک خروج کا مسئلہ نہایت حساس ہے۔ وہ عمومی طور پر حکمران کے خلاف بغاوت کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ اس سے فتنہ، خونریزی اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اگرچہ حکمران میں بعض خامیاں ہوں، تب بھی صبر اور اصلاح کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، نہ کہ مسلح بغاوت۔²¹ یہ اصول خوارج کے نظریے کے بالکل برعکس ہے، جو ہر اختلاف کو بغاوت کا جوڑ بناتے تھے۔ امام مالکؒ نے اس طرز فکر کو امت کے لیے تباہ کن قرار دیا۔

فقہی و اصولی بنیادیں اور امام مالکؒ کے موقف کی معنویت

امام مالکؒ کا موقف صرف ایک وقتی رد عمل نہیں بلکہ ان کے پورے فقہی نظام کا حصہ ہے۔ ان کی فقہ کی بنیاد قرآن، سنت، اجماع اہل مدینہ، اور مصاحف مرسلہ پر ہے۔ یہ اصول انہیں اعتدال، وسعت اور عملی حکمت کی طرف لے جاتے ہیں۔

¹⁹ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، التہذیب لہامانی الموطا من المعانی والاسانید (مغرب: وزارت اوقاف)، ج-1

²⁰ بغدادی، عبد القاہر، الفرق بین الفرق (بیروت: دار المعرفہ)، ص-223

²¹ مالک بن انس، الموطا (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، ص-212

خوارج کے مسئلے میں بھی امام مالکؒ نے انہی اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک متوازن موقف اختیار کیا۔ انہوں نے نصوص کو ان کے سیاق و سباق میں سمجھا اور امت کے اجتماعی مفاد کو مد نظر رکھا۔²²

امام مالکؒ کے نزدیک شریعت کا مقصد صرف احکام کا نفاذ نہیں بلکہ معاشرے میں عدل، امن اور استحکام قائم کرنا بھی ہے۔ خوارج کے نظریات ان مقاصد کے خلاف تھے، اس لیے انہوں نے ان کی مخالفت کی، مگر ساتھ ہی تکفیر سے اجتناب کیا تاکہ امت مزید تقسیم کا شکار نہ ہو۔ عصر حاضر میں امام مالکؒ کا یہ موقف غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ آج بھی بعض گروہ خوارج کی طرح تکفیر اور شدت پسندی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ امام مالکؒ کے اصول ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ دین کو سمجھنے میں اعتدال، احتیاط اور اجتماعی مصلحت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

خلاصہ کلام

امام مالکؒ کا موقف خوارج کے بارے میں نہایت معتدل، علمی اور عملی ہے۔ انہوں نے خوارج کے نظریات کو گمراہ کن قرار دیا، خصوصاً تکفیر اور خروج کے مسئلے میں، مگر ان کی عمومی تکفیر سے اجتناب کیا۔

ان کے نزدیک کبیرہ گناہ انسان کو کافر نہیں بناتا، اور تکفیر ایک ایسا معاملہ ہے جس میں انتہائی احتیاط ضروری ہے۔ اسی طرح انہوں نے بغاوت کے بجائے صبر، اصلاح اور اجتماعی استحکام کو ترجیح دی۔

ان کا یہ موقف نہ صرف ابتدائی اسلامی دور کے فتوؤں کے حل میں مؤثر ثابت ہوا بلکہ آج کے دور میں بھی انتہا پسندی اور تکفیر کے رجحانات کے مقابلے میں ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

امام شافعیؒ مؤسس فقہ شافعی

آپ کا پورا نام محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی الہاشمی المطلبی ہے۔ فلسطین کے شہر غزہ میں ۱۵۰ھ کو پیدا ہوئے اور مصر میں ۲۰۴ھ کو وفات پائی۔ غزہ میں ان کے والد کی وفات کے بعد جب کہ ان کی عمر ۲ سال تھی، ان کی والدہ ان کو اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ لائی۔ مکہ مکرمہ میں آپ کی تربیت ہوئی۔ بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر قبیلہ ہذیل کے دیہات کی طرف چلے گئے۔ ہذیل عرب کا فصیح ترین قبیلہ تھا، ان کے عربی اشعار اور قصیدے حفظ کیے، عربیت اور ادب میں خوب کمال حاصل کیا۔ مکہ کے مفتی مسلم بن خالد زنگی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ انہوں نے آپ کو افتاء کی اجازت دے دی، جب کہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی، پھر آپ نے مدینہ کی جانب کوچ کیا۔ امام مالکؒ سے فقہ پڑھی اور ان ہی سے ”موطا“ کا سماع کیا۔ ”موطا“ کو نودن میں حفظ کیا۔ اسی طرح سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض اور اپنے چچا محمد بن شافع سے بھی روایت احادیث کی۔ یمن کی طرف بھی آپ کا سفر ہوا۔ ۱۸۳ھ اور ۱۹۵ھ میں بغداد کی طرف اسفار ہوئے۔ ان اسفار میں آپ نے امام محمدؒ سے فقہائے عراق کی کتابیں پڑھیں۔ امام احمدؒ نے ۱۸۷ھ میں مکہ میں اور ۱۹۵ھ کو بغداد میں آپ سے ملاقات کی اور آپ سے فقہ اور اصول فقہ کا علم حاصل کیا۔ بغداد میں آپ نے اپنی قدیم کتاب ”الہجۃ“ کو تصنیف کیا، جس میں آپ کا مذہب قدیم مذکور ہے۔ پھر ۲۰۰ھ میں مصر کی طرف کوچ کیا اور وہاں اپنے جدید مذہب کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے دن رجب کے آخر میں ۲۰۴ھ کو مصر ہی میں آپ کی وفات ہوئی اور اسی دن عصر کے بعد

²²۔ شاطی، ابراہیم بن موسیٰ، المواقفات (بیروت: دار المعرفہ)، ج-۲

”قرآنہ“ مقام میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کی تالیفات میں ”الرسالۃ“ ہے جو اصول فقہ کے موضوع پر لکھی ہے۔ ”الائم“ بھی آپ کی مشہور کتاب ہے جس میں آپ کے نئے مذہب کا ذکر ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: ”امام شافعی کتاب اللہ اور سنت رسول کو لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔“²³

شافعیہ کا فقہی منہج

امام شافعیؒ کے مذہب کی بنیاد چار اصولوں پر رکھی گئی ہے:

۱: کتاب اللہ، ۲: سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ۳: اجماع، ۴: قیاس۔²⁴

بعض حضرات بطور اصل شافعی کے ”تعامل اہل مکہ“ کا ذکر بھی کرتے ہیں۔²⁵

امام شافعیؒ نے ”اقوال صحابہؓ“ کو نہیں لیا، اس لیے کہ وہ صحابہؓ کے اجتہادات ہیں جن میں خطا کا احتمال ہے۔ عمل بالاستحسان کو بھی چھوڑ دیا جو کہ حنفیہ و مالکیہ کے ہاں ایک مستقل اصول ہے۔ امام شافعیؒ سے منقول ہے: ”من استحسن فقد شرع“ کہ ”جس نے استحسان کیا، اس نے شریعت سازی کی“ مصالحوں کے بھی تردید کی اور تعامل اہل مدینہ کے قابل استدلال ہونے کو بھی تسلیم نہیں کیا۔²⁶

امام شافعیؒ کا موقف خوارج کے بارے میں

اصول ایمان اور تکفیر کے باب میں امام شافعیؒ کی توضیحات

امام شافعیؒ کے نزدیک ایمان کا مفہوم محض ایک ظاہری یا جزوی حقیقت نہیں بلکہ ایک جامع تصور ہے جس میں اعتقاد قلبی، اقرار لسانی اور اعمال صالحہ شامل ہیں، تاہم اعمال کی کمی ایمان کے زوال کا سبب نہیں بنتی۔ اسی اصول کی بنیاد پر انہوں نے خوارج کے اس نظریے کو رد کیا کہ کبیرہ گناہ انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

امام شافعیؒ واضح کرتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا مسلمان فاسق تو ہو سکتا ہے، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی جب تک وہ کسی قطعی عقیدے کا انکار نہ کرے۔ اس اصول کو انہوں نے اپنی مشہور تصنیف ”الرسالۃ“ اور دیگر آثار میں مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔²⁷

تکفیر کے مسئلے میں امام شافعیؒ کا منہج نہایت محتاط اور اصولی ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تکفیر ایک شرعی حکم ہے جس کے لیے قطعی دلیل درکار ہے۔ کسی مسلمان کی تکفیر محض ظن، اجتہاد یا گناہ کی بنیاد پر نہیں کی جاسکتی۔

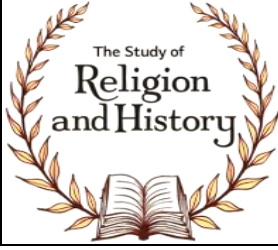
²³ - اصول الفقہاء، ج: ۱، ص: ۳۲

²⁴ - وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادنیہ، جلد 1 (دمشق: دار الفکر، 1985)، ص: 36-

²⁵ - ماہنامہ بینات، ص: ۳۶، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

²⁶ - وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادنیہ، جلد 1 (دمشق: دار الفکر، 1985)، ص: 36-

²⁷ - شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ص: ۱۳۹



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.1, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

خوارج کے نظریے کا رد کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے یہ بھی واضح کیا کہ اگر ہر گناہ کو کفر قرار دیا جائے تو یہ شریعت کے عمومی اصولوں اور رحمت الہی کے تصور کے خلاف ہو گا۔ اس لیے انہوں نے خوارج کے موقف کو ایک انتہا پسندانہ تعبیر قرار دیا جو نصوص کے صحیح فہم سے محروم ہے۔²⁸

نظم اجتماعی، خروج اور قتال کے حوالے سے امام شافعیؒ کی رائے

امام شافعیؒ کے نزدیک اسلامی معاشرے میں نظم و استحکام بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور اس نظم کو برقرار رکھنے کے لیے صبر، تحمل اور حکمت ضروری ہے۔ خوارج کے برعکس، جو ہر اختلاف کو بغاوت کا جو از بناتے تھے، امام شافعیؒ نے خروج کے مسئلے میں انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا۔

ان کے نزدیک حکمران کے خلاف مسلح بغاوت عمومی طور پر ناجائز ہے، کیونکہ اس سے فتنہ، خونریزی اور اجتماعی انتشار پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اصلاح کا راستہ علمی، دعوتی اور پرامن ہونا چاہیے، نہ کہ تشدد پر مبنی۔²⁹

البتہ اگر کوئی گروہ، جیسے خوارج، مسلح بغاوت کرے اور اسلامی ریاست کے امن کو خطرے میں ڈالے، تو ان کے خلاف قتال جائز ہے۔ اس سلسلے میں امام شافعیؒ نے حضرت علی بن ابی طالب کے طرز عمل کو بطور دلیل پیش کیا، جنہوں نے خوارج کے خلاف جنگ کی مگر انہیں کافر قرار نہیں دیا۔⁵

یہاں امام شافعیؒ کا ایک اہم اصول سامنے آتا ہے کہ:

بغاوت کا رد کرنا ضروری ہے

مگر بغاوت کرنے والے کی تکفیر ضروری نہیں

یہ توازن ان کے فقہی منہج کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔

فقہی منہج، نصوص کا فہم اور عصر حاضر میں معنویت

امام شافعیؒ کا موقف ان کے مجموعی فقہی منہج کا حصہ ہے، جس کی بنیاد قرآن، سنت، اجماع اور قیاس پر ہے۔ انہوں نے اصول فقہ کو ایک منظم علم کی صورت میں پیش کیا اور نصوص کے فہم کے لیے واضح قواعد متعین کیے۔

خوارج کے مسئلے میں بھی انہوں نے انہی اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نصوص کو سیاق و سباق کے ساتھ سمجھا اور جزوی دلائل کی بنیاد پر کئی احکام اخذ کرنے سے اجتناب کیا۔³⁰

امام شافعیؒ کے نزدیک شریعت کا مقصد صرف ظاہری احکام کا نفاذ نہیں بلکہ انسانوں کے درمیان عدل، رحمت اور توازن قائم کرنا بھی ہے۔ خوارج کے نظریات ان مقاصد کے خلاف تھے، اس لیے انہوں نے ان کی علمی تردید کی، مگر ساتھ ہی تکفیر سے اجتناب کیا تاکہ امت مزید انتشار کا شکار نہ ہو۔

²⁸ - بغدادی، عبد القاهر، الفرق بین الفرق (بیروت: دار المعرفہ)، ص۔

²⁹ - ماوردی، علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ (قاہرہ: دار الفکر)، ص۔ ۳۲۱

³⁰ - زرکشی، بدر الدین، البحر المحیط فی اصول الفقہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ج۔ ۳

عصر حاضر میں امام شافعیؒ کا یہ موقف غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ آج بھی بعض گروہ خوارج کی طرح دین کی سخت اور محدود تعبیر پیش کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے اصول ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ دین کو سمجھنے کے لیے جامع فہم، علمی بصیرت اور اعتدال ضروری ہے۔

حاصل کلام

امام شافعیؒ کا موقف خوارج کے بارے میں ایک متوازن، علمی اور اصولی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتا ہے۔ انہوں نے خوارج کے نظریات کو گمراہ کن قرار دیا، خصوصاً تکفیر اور خروج کے مسئلے میں، مگر ان کی عمومی تکفیر سے اجتناب کیا۔

ان کے نزدیک ایمان ایک جامع حقیقت ہے اور کبیرہ گناہ اس کے زوال کا سبب نہیں بنتا۔ اسی طرح انہوں نے تکفیر کے معاملے میں احتیاط اور خروج کے مسئلے میں اعتدال کو اختیار کیا۔

ان کا یہ موقف نہ صرف ابتدائی اسلامی دور کے فتنوں کے حل میں مؤثر تھا بلکہ آج کے دور میں بھی انتہا پسندی اور تکفیر کے رجحانات کے مقابلے میں ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ کا پورا نام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ہے۔ آپ 164ھ میں بغداد، عراق کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے۔ والد کا انتقال آپ کی پیدائش سے قبل یا بعد ہوا، لیکن ابتدائی تربیت والدہ اور استادوں کے زیر نگرانی ہوئی۔ بچپن ہی میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور عربی ادب و زبان میں مہارت حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے دوران آپ نے فقہ اور حدیث کے علوم حاصل کیے اور بغداد میں متعدد علمائے کرام سے استفادہ کیا۔³¹

بعد ازاں آپ نے مدینہ کا سفر کیا اور امام شافعیؒ سے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے امام مالکؒ، امام مروان بن حکم اور دیگر مشہور فقہائے عصر سے بھی حدیث اور فقہ کے علوم سیکھے۔³²

اپنے علمی سفر کے بعد امام احمدؒ بغداد واپس آئے اور فقہ و حدیث کی تعلیم اور تبلیغ کا آغاز کیا۔ آپ کی علمی زندگی میں اصول پسندی، نصوص کی پیروی اور سنت کی سخت پاسداری نمایاں تھی، جس کی وجہ سے آپ خلافت عباسیہ کے دور میں کئی مرتبہ گرفتاری کا سامنا بھی کر چکے۔ خاص طور پر

آپ نے مبتدعین کے عقائد اور خلق قرآن کے مسئلے میں ثابت قدم رہ کر نصوص کی پیروی کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔³³ آپ کی وفات 241ھ میں بغداد میں ہوئی اور وہاں آپ کو دفن کیا گیا۔ امام احمدؒ کی سیرت اور علمی خدمات نے حنبلیہ فقہ کی بنیاد رکھی اور ان کے اصول آج بھی اہل حدیث اور فقہاء کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔³⁴

³¹ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۲، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۹ء، ص ۱۲۵

³² ابن قدامہ، المغنی فی الفقہ الحنبلی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، ص ۲۷۱

³³ ابن عبد البر، الاستذکار فی معرفۃ الأصحاب والفقہاء، قاہرہ: مطبعة الجامعة، ۱۹۹۵ء، ص ۲۵۱

³⁴ جلال الدین السيوطی، تاریخ الخلفاء والفقہاء، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۰ء، ص ۳۲۱

علمی خدمات اور تصنیفات

امام احمدؒ کی علمی خدمات بنیادی طور پر فقہ اور حدیث کے شعبوں میں ہیں۔ آپ نے حدیث کے علوم پر سب سے زیادہ توجہ دی اور اپنی مشہور تصنیف المسند مرتب کی، جس میں ہزاروں احادیث کو سند اور متن کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا۔

المسند میں آپ نے احادیث کی صحت و اعتبار کو بنیادی معیار بنایا اور فقہی استدلال میں احادیث کی سند کو لازمی قرار دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے فقہ کے شعبے میں بھی کام کیا اور اپنے اصولی نقطہ نظر کے مطابق فقہی احکام مرتب کیے۔ آپ کی فقہ اور اصول فقہ میں سختی اور استقامت آپ کی علمی خدمات کا مرکزی جزو تھی۔³⁵

امام احمدؒ کی علمی خدمات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آپ نے فقہ و حدیث میں انسانی استحسان یا شخصی رائے کو مستقل اصول کے طور پر قبول نہیں کیا، بلکہ نصوص اور اجماع کو بنیاد بنایا۔ اسی وجہ سے آپ کے فقہی نظریات آج بھی حنبلیہ فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

فقہی منہج

امام احمدؒ کا فقہی منہج بنیادی طور پر نصوص کی سخت پیروی، اجماع کی معتبر حیثیت، قیاس کی محدودیت اور صحابہؓ کے اعمال پر مبنی تھا۔ آپ نے قرآن کریم کو فقہ کا بنیادی ماخذ قرار دیا اور ہر معاملے میں قرآن کی واضح ہدایات پر عمل کرنا لازمی سمجھا۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فقہ کا لازمی ماخذ مانا گیا اور فقہ کی تشکیل میں احادیث کی صحت اور سند کی جانچ کو لازمی معیار بنایا گیا۔ اجماع کے حوالے سے آپ نے صرف وہ اجماع معتبر سمجھا جو صحابہؓ یا اہل مدینہ کے درمیان متفقہ ہو۔ ناقص سند والے اجماع یا غیر متفقہ قیاس کو فقہ میں دلیل کے طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ قیاس کو صرف اس صورت میں استعمال کیا جہاں نصوص یا اجماع میں کوئی رہنمائی موجود نہ ہو، اور اس کا استعمال نصوص کی مخالفت کے بغیر کیا گیا۔³⁶

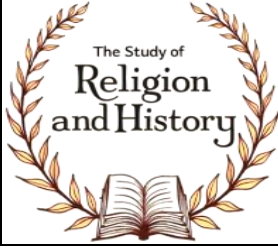
صحابہؓ کے اعمال کو فقہ میں عملی رہنمائی کے طور پر قبول کیا گیا، کیونکہ امام احمدؒ نے انہیں اسلام کی حقیقی فہم اور عملی معیار سمجھا۔ بدعات، استحسان اور مصالح مرسلہ کو فقہی اصول کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا، اور فقہ میں سختی اور نصوص کی پیروی کو مرکزی معیار بنایا گیا۔

امام احمدؒ کی اس اصول پسندی اور استقامت پر مبنی فقہ نے حنبلیہ فقہ کی بنیاد رکھی، اور آج بھی اہل حدیث اور فقہاء ان کے اصول و منہج کو معیار سمجھتے ہیں۔ آپ کے فقہی منہج کی خاص بات یہ ہے کہ وہ نظریاتی اور عملی دونوں لحاظ سے شریعت کی حقیقی پیروی پر زور دیتا ہے اور اجتہاد میں انسانی خطا سے بچاؤ کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔³⁷

³⁵ - ابن قدامہ، المغنی فی الفقہ الحنبلی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۳

³⁶ - شمس الدین ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۸ء، ص ۲۳۴

³⁷ - شمس الدین ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.1, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)
ISSN E: [3006-3337](#)

امام احمد بن حنبلؒ کا موقف خوارج کے بارے میں

ایمان، فسق اور تکفیر کے بارے میں امام احمدؒ کا اصولی موقف

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایمان ایک جامع حقیقت ہے جس میں اعتقاد قلبی، اقرار لسانی اور اعمال شامل ہیں، لیکن اعمال کی کمی یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب ایمان کے زوال کا سبب نہیں بنتا۔ یہی اصول خوارج کے نظریے کی تردید کی بنیاد بنتا ہے۔

امام احمدؒ کے مطابق کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ وہ فاسق کہلاتا ہے۔ اس کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک وہ کسی قطعی عقیدے کا انکار نہ کرے۔³⁸

تکفیر کے باب میں امام احمدؒ نہایت محتاط ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا ایک سنگین شرعی حکم ہے، جس کے لیے قطعی دلیل ضروری ہے۔ محض گناہ، تاویل یا اجتہادی خطا کی بنیاد پر تکفیر کرنا خوارج کا منہج ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔

انہوں نے خوارج کے اس نظریے کو سختی سے رد کیا کہ ہر گناہ کفر ہے، اور واضح کیا کہ اگر ایسا مان لیا جائے تو امت کا بڑا حصہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، جو شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔³⁹

خروج، اطاعتِ حکمران اور قتالِ خوارج کے بارے میں نقطہ نظر

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اسلامی معاشرے میں نظم و استحکام کو برقرار رکھنا انتہائی اہم ہے۔ وہ حکمران کے خلاف بغاوت کو عمومی طور پر ناپسند کرتے ہیں، کیونکہ اس سے فتنہ، فساد اور خونریزی پیدا ہوتی ہے۔

ان کے نزدیک اگر حکمران میں بعض کمزوریاں بھی ہوں تو صبر اور اصلاح کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، نہ کہ مسلح بغاوت۔ یہی اصول خوارج کے نظریے کے خلاف ایک مضبوط دلیل فراہم کرتا ہے، کیونکہ خوارج ہر اختلاف کو خروج کا جواز بناتے تھے۔⁴⁰

البتہ اگر کوئی گروہ، جیسے خوارج، مسلح بغاوت کرے اور ریاست کے امن کو خطرے میں ڈالے تو ان کے خلاف قتال جائز ہے۔ اس سلسلے میں امام احمدؒ نے حضرت علی بن ابی طالب کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا، جنہوں نے خوارج کے خلاف جنگ کی مگر انہیں کافر قرار نہیں دیا۔⁴¹

یہاں امام احمدؒ کا اصولی توازن نمایاں ہوتا ہے:

بغاوت کا رد ضروری ہے

مگر بغاوت کرنے والے کی تکفیر ضروری نہیں

³⁸ - ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، لمعة الاعتقاد (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ص ۲۰۱

³⁹ - بغدادی، عبد القاهر، الفرق بین الفرق (بیروت: دار المعرفہ)، ص ۳۲۵

⁴⁰ - برہاری، حسن بن علی، شرح السنہ (ریاض)، ص ۱۸۹

⁴¹ - طبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری (بیروت: دار التراث)، ج ۲

منہج اہل سنت، نصوص کی پابندی اور عصر حاضر میں افادیت

امام احمد بن حنبل کا موقف دراصل منہج اہل سنت والجماعت کی نمائندگی کرتا ہے، جس کی بنیاد قرآن، سنت اور سلف صالحین کے فہم پر ہے۔ انہوں نے نصوص کی پابندی کو بنیادی حیثیت دی اور دینی مسائل میں غیر ضروری تاویلات اور شدت پسندی سے اجتناب کیا۔ خوارج کے مسئلے میں بھی انہوں نے یہی اصول اپنایا اور نصوص کو ان کے مجموعی سیاق میں سمجھا۔ انہوں نے یہ واضح کیا کہ شریعت کا مقصد محض ظاہری احکام کا نفاذ نہیں بلکہ امت میں عدل، رحمت اور استحکام قائم کرنا ہے۔⁴²

امام احمد کے نزدیک خوارج ایک گمراہ گروہ ہیں، مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ یہی موقف اہل سنت کے عمومی منہج کی بنیاد بنا، جس نے امت کو تکفیر اور انتشار سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ عصر حاضر میں امام احمد کا یہ موقف غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ آج بھی بعض گروہ خوارج کی طرح شدت پسندی اور تکفیر کو فروغ دیتے ہیں۔ امام احمد کے اصول ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ دین کو سمجھنے میں اعتدال، نصوص کی صحیح تعبیر، اور امت کے اجتماعی مفاد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

نتیجہ

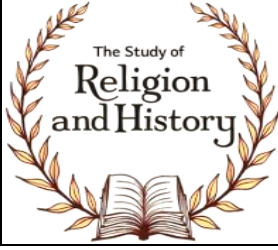
امام احمد بن حنبل کا موقف خوارج کے بارے میں نہایت متوازن، اصولی اور نصوص پر مبنی ہے۔ انہوں نے خوارج کے نظریات کو گمراہ کن قرار دیا، خصوصاً تکفیر اور خروج کے مسئلے میں، مگر ان کی عمومی تکفیر سے اجتناب کیا۔ ان کے نزدیک کبیرہ گناہ انسان کو کافر نہیں بناتا، اور تکفیر ایک ایسا معاملہ ہے جس میں انتہائی احتیاط ضروری ہے۔ اسی طرح انہوں نے خروج کے بجائے صبر، اصلاح اور اجتماعی استحکام کو ترجیح دی۔ ان کا یہ موقف نہ صرف ابتدائی اسلامی دور کے فتنوں کے حل میں مؤثر ثابت ہوا بلکہ آج کے دور میں بھی انتہا پسندی اور تکفیر کے رجحانات کے مقابلے میں ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

خلاصہ کلام: خوارج۔ ائمہ اربعہ کی نظر میں

اسلامی تاریخ میں خوارج کا ظہور ایک ایسے نازک دور میں ہوا جب امت مسلمہ سیاسی اور فکری اختلافات سے گزر رہی تھی۔ جنگ صفین کے بعد جب حکیم کا مسئلہ سامنے آیا تو ایک گروہ نے اسے انسانی مداخلت قرار دیتے ہوئے مسترد کیا اور "لا حکم الا للہ" کا نعرہ بلند کیا۔ اس گروہ نے حضرت علی بن ابی طالب سے علیحدگی اختیار کر لی اور بعد میں خوارج کے نام سے معروف ہوا۔ خوارج نے اپنے نظریات کی بنیاد اس اصول پر رکھی کہ جو مسلمان کبیرہ گناہ کرے وہ کافر ہے، اور ایسے افراد کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔ یہ نظریہ اسلامی عقائد اور فقہی اصولوں کے خلاف تھا اور اس نے امت میں شدید انتشار اور فتنہ کو جنم دیا۔

چاروں ائمہ اہل سنت نے خوارج کے ان نظریات کا گہرائی سے جائزہ لیا اور اپنے اپنے فقہی و کلامی اصولوں کی روشنی میں ایک معتدل، متوازن اور علمی موقف اختیار کیا۔ اگرچہ ان کے طریقہ استدلال میں جزوی فرق پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی طور پر ان کا موقف ایک ہی اصول پر قائم ہے کہ خوارج گمراہ ہیں مگر انہیں کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اور ان کے ساتھ تعامل میں اعتدال اختیار کیا جائے گا۔

⁴²۔ ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء (بیروت: مؤسسہ الرسالہ)، ج۔ ۱



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.1, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)

ISSN E: [3006-3337](#)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایمان کا تعلق بنیادی طور پر تصدیق بالقلب سے ہے اور اعمال اس کا لازمی جز نہیں بلکہ اس کے کمال کا حصہ ہیں۔ اسی اصول کی بنیاد پر انہوں نے خوارج کے اس نظریے کو رد کیا کہ کبیرہ گناہ انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان فاسق تو ہو سکتا ہے لیکن کافر نہیں۔ انہوں نے تکفیر کے باب میں نہایت احتیاط کو لازم قرار دیا اور واضح کیا کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ کسی قطعی اور ضروری دینی عقیدے کا انکار نہ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ کے اس موقف نے خوارج کی تکفیری سوچ کے مقابلے میں ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کی اور امت میں اعتدال کو فروغ دیا۔

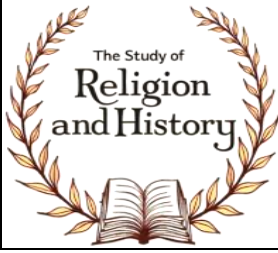
امام مالکؒ نے بھی خوارج کے نظریات کا رد کرتے ہوئے ایمان اور اعمال کے درمیان فرق کو واضح کیا۔ ان کے نزدیک ایمان کا تعلق دل کے یقین اور زبان کے اقرار سے ہے، جبکہ اعمال ایمان کے کمال کا حصہ ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب ایمان کو ختم نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی بنیاد پر کسی مسلمان کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے۔ امام مالکؒ نے تکفیر کے مسئلے میں انتہائی احتیاط اختیار کی اور اس بات کو واضح کیا کہ تکفیر صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کوئی شخص دین کے کسی قطعی اور واضح اصول کا انکار کرے۔ انہوں نے خوارج کو اہل بدعت قرار دیا مگر ان کی تکفیر سے اجتناب کیا، جس سے امت میں مزید انتشار سے بچاؤ ممکن ہوا۔

امام شافعیؒ کا موقف بھی اسی اصولی توازن کا مظہر ہے۔ انہوں نے ایمان کو ایک جامع حقیقت قرار دیا جس میں اعتقاد، اقرار اور عمل شامل ہیں، مگر اعمال کی کمی ایمان کے زوال کا سبب نہیں بنتی۔ انہوں نے خوارج کے اس نظریے کو مسترد کیا کہ کبیرہ گناہ انسان کو کافر بنا دیتا ہے، اور واضح کیا کہ ایسا شخص فاسق ہو سکتا ہے مگر کافر نہیں۔ امام شافعیؒ نے تکفیر کے مسئلے میں نصوص کی پابندی کو ضروری قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ کسی مسلمان کی تکفیر کے لیے قطعی دلیل کا ہونا لازمی ہے۔ انہوں نے خوارج کی فکر کو ایک انتہا پسندانہ تعبیر قرار دیا جو نصوص کے صحیح فہم سے محروم ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا موقف بھی اہل سنت کے اسی معتدل منہج کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کے نزدیک ایمان ایک جامع حقیقت ہے جس میں اعتقاد، اقرار اور عمل شامل ہیں، مگر اعمال کی کمی ایمان کے زوال کا سبب نہیں بنتی۔ انہوں نے واضح کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ فاسق کہلاتا ہے۔ امام احمدؒ نے تکفیر کے مسئلے میں انتہائی احتیاط کو لازم قرار دیا اور خوارج کے اس نظریے کو سختی سے رد کیا کہ ہر گناہ کفر ہے۔ انہوں نے خوارج کو گمراہ قرار دیا مگر ان کی تکفیر سے اجتناب کیا، جو کہ ان کے اصولی اعتدال کی علامت ہے۔

چاروں ائمہ کے موقف میں ایک اہم مشترک پہلو یہ ہے کہ انہوں نے خوارج کے نظریات کو علمی طور پر رد کیا مگر عملی طور پر ان کے ساتھ تعامل میں توازن برقرار رکھا۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اگر خوارج مسلح بغاوت کریں اور ریاست کے امن کو خطرے میں ڈالیں تو ان کے خلاف قتال جائز ہے، جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب کے عمل سے ثابت ہے، لیکن اس قتال کو تکفیر کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ امتیاز ان کے فقہی منہج کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے، جہاں وہ عقیدے اور عمل کے درمیان فرق کو برقرار رکھتے ہیں۔

مزید برآں، چاروں ائمہ نے خروج کے مسئلے میں بھی احتیاط کا مظاہرہ کیا اور عمومی طور پر حکمران کے خلاف مسلح بغاوت کو ناپسند کیا۔ ان کے نزدیک اگرچہ حکمران میں بعض کمزوریاں ہو سکتی ہیں، مگر بغاوت کے نتیجے میں پیدا ہونے والا فتنہ اور خونریزی زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس لیے

 <p>The Study of Religion and History</p>	<p>THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY</p> <p>Vol.3, No.1, 2025</p>	<p>ISSN P: <u>3006-3329</u> ISSN E: <u>3006-3337</u></p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------

انہوں نے صبر، اصلاح اور نصیحت کے اصول کو ترجیح دی۔ یہ موقف خوارج کے نظریے کے بالکل برعکس ہے، جو ہر اختلاف کو خروج کا جواز بناتے تھے۔

چاروں ائمہ کے فقہی اور کلامی اصول اس بات پر متفق ہیں کہ شریعت کا مقصد صرف ظاہری احکام کا نفاذ نہیں بلکہ معاشرے میں عدل، امن اور استحکام قائم کرنا بھی ہے۔ خوارج کے نظریات ان مقاصد کے خلاف تھے، اس لیے انہوں نے ان کی مخالفت کی، مگر ساتھ ہی تکفیر سے اجتناب کیا تاکہ امت مزید تقسیم کا شکار نہ ہو۔ ان کے اس متوازن موقف نے اہل سنت والجماعت کے منہج کو تشکیل دیا، جو اعتدال، احتیاط اور علمی بصیرت پر مبنی ہے۔ عصر حاضر میں چاروں ائمہ کا یہ موقف غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ آج بھی بعض گروہ خوارج کی طرح تکفیر اور شدت پسندی کو فروغ دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں ان ائمہ کے اصول ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ دین کو سمجھنے میں اعتدال، نصوص کا جامع فہم، اور امت کے اجتماعی مفاد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کا یہ موقف نہ صرف ایک تاریخی ضرورت تھا بلکہ آج بھی امت کے فکری اور عملی استحکام کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ چاروں ائمہ نے خوارج کے مسئلے کو نہایت گہرائی، بصیرت اور اعتدال کے ساتھ سمجھا اور ایک ایسا موقف اختیار کیا جو نہ صرف علمی لحاظ سے مضبوط تھا بلکہ عملی طور پر امت کے اتحاد اور استحکام کے لیے بھی مفید ثابت ہوا۔ ان کا یہ مشترکہ منہج اہل سنت والجماعت کی فکری اساس بن گیا، جس نے امت کو تکفیر، شدت پسندی اور انتشار سے بچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔